رسائل و مسائل

جن کا سایہ ہونے کی حقیقت

سوال: قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ’’ہم نے جنوں اور انسانوں کو عبادت کے لیے پیدا کیا‘‘۔ اس سے ظاہر ہے کہ جنات کا وجود ہے۔ مزید یہ کہ جنات نے رسول کریمؐ کے ہاتھ پر ایمان بھی قبول کیا اور اسے جنوں میں جا کر پھیلایا۔ کیا الگ مخلوق ہونے کے باوجود جن انسانوں پر حاوی ہوجاتے ہیں؟ اگر کسی انسان پر جن آجائے جیسا کہ عام لوگوں کا اعتقاد ہے اور اکثر دورے پڑنے والے مریضوں کو عاملوں کے پاس علاج (جن نکلوانے) کے لیے لے جاتے ہیں، اس کی کیا حقیقت ہے؟ جادو کے علاج کے بارے میں تو احادیث سے رہنمائی ملتی ہے۔ کیا نبی کریمؐ نے جن کا سایہ ہوجانے کا علاج بھی کیا ہے؟ کیا چلّے کاٹ کر انسان جنوں کو اپنا مطیع کر سکتے ہیں؟

جواب: جنات الگ مخلوق ہیں اور انھیں بھی اللہ تعالیٰ نے اپنی عبادت کے لیے پیدا کیا ہے۔ ان میں سے ایک تعداد نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان بھی رکھتی ہے۔ جنات عام طور پر انسانوں سے خوف کھاتے ہیں۔ اس لیے ان کی بستیوں میں نہیں پائے جاتے بلکہ جنگل و بیابان میں بسیرا کرتے ہیں اور شہروں سے کسی قدر دُور علاقوں میں آباد ہوتے ہیں۔ جہاں تک ان کے انسان پر حاوی ہونے کا تعلق ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ عموماً انسانوں کا معاشرہ اور جنوں کا معاشرہ الگ الگ ہیں، اور وہ عموماً ایک دوسرے کے کام اور راہ میں حائل نہیں ہوتے، لیکن جزوی طور پر ایسا ہوسکتا ہے کہ کوئی جن کسی انسان کو کسی وجہ سے نقصان پہنچانے کی کوشش کرے یا کوئی انسان بعض شریر جنات کو شر سے روکنے کا کوئی عمل کرے۔ اس کی طرف قرآن پاک میں بھی اشارات ملتے ہیں، مثلاً اَلَّذِیْنَ یَاْکُلُوْنَ الرِّبٰوا لَا یَقُوْمُوْنَ اِلَّا کَمَا یَقُوْمُ الَّذِیْ یَتَخَبَّطُهُ الشَّیْطٰنُ مِنَ

الْمَسِّ (البقرہ ۲:۲۷۵) ''وہ لوگ جو سود کھاتے ہیں قیامت کے روز نہیں اُٹھیں گے مگر ان لوگوں کی طرح جو خبطی ہوجاتے ہیں شیطان کے لپٹ جانے سے''۔ یہاں شیطان سے سرکش جن مراد ہے اور خبطی ہونے کا سبب شیطان کا اس انسان سے لپٹ جانا، مس کرنا ہے۔

بخاری، مسلم، مسند احمد وغیرہ کتب احادیث میں حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ایک سرکش جن نے گذشتہ رات مجھ پر حملہ کیا تاکہ مجھے نماز سے نکال دے۔ اللہ نے مجھے اس پر قابو دے دیا۔ میں نے اسے پکڑا اور اسے پکڑ کر زور سے دبوچا اور ارادہ کیا کہ اسے مسجد کے ستونوں میں سے کسی ایک ستون کے ساتھ باندھ دوں تاکہ تم سب صبح کے وقت اسے دیکھو۔ پھر مجھے اپنے بھائی سلیمان کی دعا یاد آئی: ''اے میرے رب مجھے ایسی حکومت عطا فرما، جو میرے بعد کسی کے لیے مناسب نہ ہو، تب میں نے یہ ارادہ چھوڑ دیا اور اللہ تعالیٰ نے اسے ذلیل کر کے لوٹا دیا'' (الفتح الربانی لترتیب مسند احمد الشیبانی، ج ۲۰، ص ۲۴، باب ماجاء فی خلق الجن)۔ عفریتاً من الجن کے الفاظ مسند احمد میں ہیں۔ بخاری میں اس کے لیے شیطان کا لفظ آیا ہے۔ (بخاری، باب مایجوز من العمل فی الصلاۃ، ج ۱، ص ۱۶۱، طبع کراچی، حدیث نمبر ۱۲۰۹، طبع دارالسلام)

جنات پر اللہ تعالیٰ نے سلیمان علیہ السلام کو جو تسلط دیا، اس کا ذکر سورۂ نمل اور سورۂ سبا میں تفصیلاً مذکور ہے۔ تختِ بلقیس مجلس کے خاتمے سے پہلے لے آنے کا اعلان جس جن نے کیا اسے قرآن پاک میں عفریت من الجن کہا گیا ہے۔ لیکن صاحبِ علم نے کہا: میں آنکھ جھپکنے سے پہلے تخت لے آتا ہوں چنانچہ تخت آ گیا۔ جنات اس وقت تک بیت المقدس کی تعمیر میں لگے رہے جب تک سلیمان علیہ السلام کی لاٹھی کو دیمک نے نہ کھالیا اور وہ گر نہ گئے۔ اس وقت جنات پر واضح ہوگیا کہ وہ غیب دان نہیں۔ انھوں نے کہا کہ اگر ہمیں غیب کا علم ہوتا تو ہمیں سلیمان علیہ السلام کی موت کا علم ہوجاتا اور ہم ان کی وفات کے بعد تعمیری کاموں کے سبب اس قدر تکلیف نہ اٹھاتے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم چھے مرتبہ جنات کو تعلیم و تربیت دینے کے لیے ان کے علاقے میں گئے۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ بیان کرتے ہیں کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رات کے وقت اٹھایا تاکہ میں آپؐ کے ساتھ جاؤں۔ وہ بیان کرتے ہیں کہ ہم چلتے گئے یہاں تک کہ فلاں

فلاں مقام پر پہنچے تو وہاں پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک جگہ مجھے بٹھایا اور اس جگہ کے اردگرد ایک گول خط کھینچا اور فرمایا: اس خط کے اندر رہنا اگر اس خط کے باہر نکلے تو ہلاک ہو جاؤ گے۔ وہ کہتے ہیں کہ پھر میں اسی خط کے اندر رہا، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اتنے دُور چلے گئے جتنا دُور ایک کنکر پھینکا جائے تو جا کر گرے، یا اس سے کچھ زیادہ دُور۔ پھر میں نے لمبے تڑنگے دبلے پتلے اور ننگے بدن والے لوگ دیکھے لیکن ان کا ستر نظر نہیں آتا تھا۔ وہ کثیر تعداد میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بھیڑ بن کر جمع ہوگئے جیسا کہ ایک دوسرے پر چڑھے ہوئے ہوں۔ اس پر میں بہت زیادہ خوف زدہ ہوگیا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم انھیں قرآن پاک سنا رہے تھے اور وہ آپ پر ہجوم کرتے جاتے تھے۔ میری طرف آتے اور میرے دائرے کے اردگرد گھومتے اور میرے درپے ہونے کا ارادہ کرتے۔ میں ان سے بہت زیادہ خوف زدہ ہوا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے پیش نظر اپنی جگہ پر بیٹھا رہا۔ جب صبح ہوئی تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس طرح تشریف لائے جیسے کہ بہت تھکے ہوئے ہوں۔ آپؐ نے فرمایا: میں اپنے آپ کو بوجھل محسوس کرتا ہوں۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا سر مبارک میری گود میں رکھا اور سو گئے۔ (الفتح الربانی، باب خلق الجن، حدیث ابن مسعود، ج ۲۰، ص ۲۶)

حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے صدقہ فطر کی حفاظت پر مامور کیا۔ ایک رات دیکھتا ہوں کہ ایک شخص غلے سے مٹھیاں بھر بھر کر اپنی چادر میں ڈال رہا ہے۔ میں آیا اور اسے پکڑ لیا۔ اس نے کہا کہ میں غریب آدمی ہوں اور عیال دار ہوں، مجھے چھوڑ دے۔ میں نے کہا: نہیں میں تجھے صبح رسولؐ اللہ کے حضور پیش کروں گا۔ اس نے کہا: مجھے چھوڑ دو میں آیندہ نہیں آؤں گا، چنانچہ میں نے اسے چھوڑ دیا۔ صبح جب میں رسولؐ اللہ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپؐ نے پوچھا: ابوہریرہ تمھارے قیدی کا کیا بنا؟ میں نے واقعہ بیان کر دیا۔ آپؐ نے فرمایا: وہ پھر آئے گا۔ مجھے رسولؐ اللہ کے فرمان کی وجہ سے یقین تھا کہ وہ پھر آئے گا، چنانچہ میں انتظار میں تھا۔ وہ پھر آ گیا اور اسی طرح مٹھیاں بھرنے لگا۔ میں نے اسے پکڑا تو پھر اس نے کہا: میں محتاج ہوں، اہل و عیال زیادہ ہیں، مجھے چھوڑ دو آیندہ نہیں آؤں گا۔ مجھے ترس آیا۔ میں نے اسے پھر چھوڑ دیا۔ صبح جب رسولؐ اللہ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپؐ نے پھر اسی طرح پوچھا کہ آپ کے رات کے

قیدی کا کیا ہوا؟ میں نے پھر واقعہ بیان کیا۔ آپؐ نے فرمایا: اس نے تجھ سے جھوٹا وعدہ کیا ہے، وہ پھر آئے گا، چنانچہ وہ تیسری رات پھر آ گیا۔ اب جو میں نے پکڑا تو کہا کہ اب نہیں چھوڑوں گا۔ صبح رسولؐ اللہ کی خدمت میں پیش کروں گا۔ اس نے کہا: آج پھر مجھے چھوڑ دو، میں تمھیں ایسے کلمے بتلاتا ہوں کہ وہ پڑھ لیا کرو تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے تمھاری حفاظت ہوگی اور کوئی شیطان تمھارے قریب نہیں آئے گا۔

راوی بیان کرتے ہیں کہ صحابہ کرامؓ کو اس طرح کی معلومات حاصل کرنے کا بہت شوق تھا اس لیے ابوہریرہؓ نے اس سے پوچھ لیا کہ وہ کلمات کیا ہیں؟ اس نے آیت الکرسی پڑھ کر سنائی اور کہا کہ آیت الکرسی پڑھ لو تو کوئی آ کر چوری نہ کر سکے گا، چنانچہ ابوہریرہؓ نے اسے پھر چھوڑ دیا۔ صبح نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گئے تو آپؐ نے پھر پوچھا: ابوہریرہؓ! تمھارے رات کے قیدی کا کیا بنا؟ ابوہریرہؓ کہتے ہیں کہ میں نے پورا ماجرا سنا دیا تو آپؐ نے فرمایا: وہ ہے تو جھوٹا، لیکن یہ نسخہ جو تمھیں بتلایا ہے اس میں اس نے سچ کہا ہے۔ پھر پوچھا: جانتے ہو یہ کون تھا؟ عرض کیا: یارسولؐ اللہ، نہیں۔ آپؐ نے فرمایا: وہ شیطان تھا۔

امام بخاری نے اس واقعے پر باب باندھا ہے کہ جب کسی کو وکیل بنایا ہو اور وکیل نے کوئی چیز کسی کو چھوڑ دی اور موکل نے اس کی اجازت دے دی تو ایسا کرنا صحیح ہے (بخاری، کتاب الوکالۃ، باب ۱۰، حدیث نمبر ۲۳۱۱، ص ۴۵۵، طبع دارالسلام)۔ حضرت ابوہریرہؓ کی صدقۃ الفطر پر ڈیوٹی تھی۔ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے صدقۃ الفطر کے غلہ پر وکیل تھے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم موکل تھے۔ جب رات کو چوری کرنے والے نے چوری کی، تو حضرت ابوہریرہؓ نے اس کی فریاد سن کر تینوں دن اسے جانے دیا۔ اس پر رسولؐ اللہ نے ابوہریرہؓ سے مواخذہ نہ کیا بلکہ اجازت دے دی۔ اس سے ثابت ہوا کہ وکیل کا فیصلہ موکل کی اجازت پر موقوف ہے۔ موکل اجازت دے دے تو فیصلہ نافذ ہو جاتا ہے۔ جس طرح حضرت ابوہریرہؓ کا فیصلہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اجازت کے بعد نافذ ہو گیا۔

اس سے معلوم ہوا کہ شیطان کو بھی پتا ہے کہ اسے کس طرح روکا جاسکتا ہے، اور روکنے کا عمل کیا ہے۔ اسی لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: شیطان کی یہ بات سچّی ہے کہ آیت الکرسی

شیطان کے لیے روک ہے۔

حدیث کی تمام کتابوں میں کتاب الاذان کے اندر اذان کی یہ کیفیت بیان کی گئی ہے کہ اسے سن کر شیطان بھاگ کھڑا ہوتا ہے اور اس کی ریح نکل جاتی ہے۔ یہاں تک کہ ایسی جگہ پہنچ جاتا ہے جہاں اذان کی آواز نہ پہنچے۔ لہٰذا آیت الکرسی اور اذان دونوں شیطان کو بھگانے کے عمل ہیں۔

حضرت عثمان بن ابی العاصؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے طائف کے علاقے میں عامل بنا کر بھیجا۔ میں نے محسوس کیا کہ نماز کے دوران کوئی چیز آ کر میرے اور نماز کے درمیان حائل ہوجاتی ہے جس کے سبب مجھے پتا نہیں ہوتا تھا کہ میں کیا پڑھتا ہوں۔ میں نے جب ایسا محسوس کیا تو رسولؐ اللہ کے پاس واپس آ گیا۔ آپؐ نے پوچھا: ابن ابی العاص ہو؟ میں نے عرض کیا: جی ہاں، یارسولؐ اللہ۔ آپؐ نے پوچھا: کس وجہ سے واپس آئے ہو؟ میں نے عرض کیا: یارسولؐ اللہ نماز میں کوئی چیز رکاوٹ بن کر کھڑی ہوجاتی ہے۔ میں نہیں جانتا کہ میں کیا پڑھ رہا ہوں۔ آپؐ نے فرمایا: یہ شیطان ہے۔ پھر فرمایا: قریب ہوجاؤ۔ میں قریب ہوا اور پاؤں کی انگلیوں پر دوزانو ہوکر بیٹھ گیا۔ پھر آپؐ نے میرے سینے پر ہاتھ مارا اور میرے منہ میں اپنا لعاب لگایا اور فرمایا: اے اللہ کے دشمن نکل، آپؐ نے تین مرتبہ ایسا عمل کیا۔ اس کے بعد فرمایا: جاؤ اپنی ڈیوٹی پر۔ حضرت عثمانؓ کہتے ہیں کہ میں واپس چلا آیا، اس کے بعد مجھے کبھی بھی اس طرح کی تکلیف سے واسطہ نہیں پڑا۔ (ابن ماجہ، باب الفزع والارق)

عبدالرحمٰن ابن ابی لیلیٰ اپنے والد ابی لیلیٰ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھا تھا کہ ایک دیہاتی آیا اور عرض کیا: میرا ایک بھائی تکلیف میں ہے۔ آپؐ نے پوچھا: تیرے بھائی کو کیا تکلیف ہے؟ میں نے کہا: اسے جن لگ گئے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا: اسے میرے پاس لے آؤ۔ وہ آ گیا تو آپؐ نے اسے اپنے سامنے بٹھایا پھر اس پر فاتحہ، سورۂ بقرہ کی پہلی چار آیات اور دو آیات درمیان سے وَاِلٰـهُكُمْ اِلٰـهٌ وَّاحِدٌ اور آیت الکرسی اور تین آیات آخر کی اور ایک آیت آل عمران کی پڑھی۔ میرا گمان ہے کہ وہ آیت شہادۃ ہے، شَهِدَ اللّٰهُ اَنَّهٗ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ...... الخ۔ اور ایک آیت اعراف کی اِنَّ رَبَّكُمُ اللّٰهُ، اور ایک آیت مومنون کی وَمَنْ يَّدْعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا آخَرَ لَا بُرْهَانَ لَهٗ بِهٖ، اور ایک آیت سورۂ جن کی وَاَنَّهٗ تَعَالٰى جَدُّ رَبِّنَا، اور

۱۰ آیات صافات کے شروع سے اور تین آیات سورۂ حشر کے آخر سے اور قُلْ ھُوَ اللّٰہُ اَحَدٌ اور معوذتین پڑھ کر دم کیا۔ پھر وہ اعرابی اس حالت میں اُٹھا کہ اسے کوئی بھی تکلیف نہ تھی۔ (ابن ماجہ، باب الفزع، والارق)

یہ چند مثالیں ہیں۔ ان سے اتنا پتا چلتا ہے کہ بعض اوقات جن انسان کو کسی درجہ میں تکلیف دے سکتے ہیں لیکن ایسا شاذ و نادر ہوتا ہے اور اس کا علاج قرآن و حدیث میں موجود ہے۔ جیسا کہ ابن ماجہ کے مذکورہ دو واقعات سے ہوتا ہے اور ابو ہریرہؓ کا واقعہ بھی اس بات کا ثبوت ہے۔ رہی یہ بات کہ چلّہ کشی وغیرہ کا اس میں کچھ دخل ہے۔ کیا اس طرح سے کوئی شخص جنات نکالنے کے قابل ہو جاتا ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ جس شخص کا قرآن و سنت پر پختہ یقین ہو اور اس کی قوت ارادی اور تعلّق باللہ مضبوط ہو، تو اسے چلاکشی کی ضرورت نہیں ہے لیکن اگر قوتِ ارادی کمزور ہو تو پھر اسے مضبوط کرنے کے لیے عبادات میں انہماک پیدا کر کے قوتِ ارادی اور تعلّق باللہ کو مضبوط کیا جائے تاکہ دم کا اثر بیمار تک پہنچایا جاسکے۔

علامہ ابن قیم فرماتے ہیں: ''الرُّقْیَۃُ بَالرَّاقِیْ، دم کی تاثیر دم کرنے والے کی قوت پر موقوف ہے۔ وہی سورۂ فاتحہ صحابہ کرامؓ نے بچھو کے کاٹے ہوئے پر پڑھ کر پھونکی تو وہ بالکل تندرست ہو گیا، ایسا جیسا کسی چیز نے کاٹا نہیں، اور وہی سورۂ فاتحہ دوسرے لوگوں کے پاس بھی ہے اور وہ اسے پڑھ کر پھونکتے ہیں تو کچھ اثر نہیں ہوتا۔ اس کا سبب دم کرنے والے کی روحانی قوت کا فرق ہے۔ صحابہ کرامؓ نے تو نہ چلّہ کشی کی تھی، نہ انھیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بتلایا ہی تھا کہ سورۂ فاتحہ دم ہے۔ انھوں نے اپنے اجتہاد سے دم کیا اور دم نے اثر دکھلا دیا۔ اس طرح کے دموں کی تاثیر ان اہلِ علم و عمل کی زبانوں میں بھی ہے جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ پر عمل کرتے ہوئے دنیا میں دعوت، تعلیم و تربیت اور اقامتِ دین کی جدوجہد کرتے ہیں۔ جن ان کے قریب نہیں پھٹکتے، وہ ان سے خوف زدہ رہتے ہیں اور اگر کبھی بھول کر ان کے پاس آجائیں جس طرح حضرت عثمان بن ابی العاص کے پاس آگئے تھے، تو اس کا دفاع اور دم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ میں موجود ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی پیروی کی توفیق عطا فرمائے، آمین!

یہ اہم بات بھی ذہن میں رکھیے کہ اکثر لوگ جنوں کے آسیب کے وہم میں مبتلا ہوتے ہیں،